افکارِ قارئین :

٭"حرمین" شمارہ جولائی پر تبصرہ ٭سلفی اساتذہ تمام نصابی کتب کا جائزہ لیں۔

توقع ہے جامعہ علوم اثریہ ایسے مردان کار تیار کرے گا جو دورِ جدید کے تقاضوں کا مثبت جواب بن سکیں!

رئیس التحریر "حرمین" کے نام جناب پروفیسر غلام نبی عارف کا مکتوب

محترم پروفیسر غلام نبی عارف نے رئیس التحریر "حرمین" کے نام ایک خط میں ماہنامہ "حرمین" پر تبصرہ، اور پھر اس کے حوالہ سے کچھ دیگر مفید باتیں درج فرمائی ہیں ـــــ افادیت کے پیشِ نظر ان کا یہ مکتوب من وعن ہدیۂ قارئین ہے ـــــ (ادارہ)

محترم مدنی صاحب، رئیس التحریر "حرمین" و رئیس جامعہ علوم اثریہ ـــــ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

ماہنامہ "حرمین" شمارہ جولائی ۱۹۹۲ء موصول ہوا ـــــ کتابت کی نفاست و نظافت، طباعت کی عمدگی و زیبائی، سفید معیاری پائیدار کاغذ، سرورق اور اختتامی ورق کی خوبصورت و دیدہ زیب عکاسی اور نقش بندی کے ساتھ ساتھ علمی اور جاندار مضامین کی ترتیب و تنسیق اور مدیرانہ فکر و نظر، گویا ظاہری حسن و جمال کے ساتھ ساتھ معنوی خوبیوں کا دلکش، جاذبِ نظر مرقع اور اعلیٰ صلاحیت و کامیاب کارکردگی کا حسین نمونہ ہے ـــــ دعاگو ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کی خوبیوں میں زیادہ سے زیادہ اضافہ فرمائے ـــــ آمین!

مدیرِ "حرمین" نے جماعت ہفتم کی اردو کی نصابی کتاب کے مندرجات پر جو بھرپور تنقید کی ہے، یہ نم آلود شعلہ نہیں، بلکہ حرارت و توانائی خارج کرنے والا آتشیں گولہ ہے کہ جسے خرمنِ شرک و بدعت پر گرا دیا گیا ہے، اور جس کی تپش سے بچ کر کوئی دیوانۂ خرافات اور عاشقِ موضوعات نہیں جا سکے گا ـــــ انھوں نے بقولِ اقبال

قمارِ زندگی مردانہ بازیم

کا منظر پیش کر دیا ہے ـــــ ویسے بھی حق حق ہے اور باطل باطل، باطل حق کے مقابلے میں ٹھہر ہی نہیں سکتا! ـــــ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

"بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ - الآية!

(الانبیاء: ۱۸)

"ہم حق کو باطل پر کھینچ مارتے ہیں تو وہ اس کا سر توڑ دیتا ہے اور باطل اسی وقت نابود ہو جاتا ہے"

ماضی کی طرح یقیناً اس دور کو بھی ایسے مردانِ کار کی ضرورت ہے جو حق کے ہتھیاروں سے لیس ہو کر باطل کا تعاقب کر سکیں ـــــ شاہ اسماعیل شہیدؒ کو جب ایسے مردانِ کار میسر آئے کہ جن پر تقویۃ الایمان کا رنگ غالب تھا تو انھوں نے برِ صغیر کے ایک کونے سے لے کر دوسرے کونے تک توحید کی وہ شمع فروزاں کی جو آج تک اپنی روشنی بکھیر رہی ہے۔ اس مردِ مجاہد کا نام سُن کر ہی اہلِ شرک و بدعت "يَجْعَلُونَ أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِم مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ[۱]" کی تصویر بن جاتے تھے۔ شاہ شہیدؒ نے نہ صرف گم کردہ راہ مسلمانوں کے کمزور عقائد پر ضربِ کاری لگا کر توحید کا بول بالا کیا، بلکہ کفارِ ہند کے ساتھ بھی پنجہ آزمائی کی ـــــ "خونِ خود را در کہہ و کہسار ریخت" ـــــ آج بھی دریائے کنہار کی موجوں کا شور اسی نغمۂ توحید کا ترجمان ہے ـــــ نام بھی باقی، کام بھی باقی ـــــ "وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ" ـــــ "تمام امور کا انجام اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے!"

آمدم بر سرِ مطلب!

الحمد للہ! مدیرِ "حرمین" نے "کلمۃ الحرمین" کے ذریعے مضمون "جشنِ عید میلاد النبیؐ" پر تبصرہ کر کے ایک انتہائی اہم امر کی طرف توجہ دلائی، اور اس سلسلہ میں فکر و نظر کی ایک لائن بھی متعین کر دی ہے ـــــ اب سلفی اساتذہ کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ تمام نصابی کتب (اردو، اسلامیات، معاشرتی علوم اور مطالعۂ پاکستان) کا بغور جائزہ لیں ـــــ جہاں جہاں تاریخی حقائق کو مسخ کیا گیا ہو اور شرک و بدعت کو رواج دینے کی دانستہ یا نادانستہ کوشش کی گئی ہو، اس کا شدید نوٹس لیں اور اسے نصابی کتب سے خارج

---

[۱] "کڑک سے (ڈر کر) موت کے خوف سے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں دے لیتے ہیں"

کرانے کی سعی کریں ـــــ اس کے خلاف قرار دادیں پاس کر کے وزارت تعلیم کو بھیجیں اور بذریعہ پریس عوام کو بھی آگاہ کریں ـــــ "تحفظ حرمین شریفین موومنٹ" بھی ماضی قریب کی طرح اس سلسلہ میں فعال کردار ادا کر سکتی ہے!

"حرمین" کے سلسلہ کی آخری گزارش یہ ہے کہ اسے جماعتی سیاست سے پاک رکھتے ہوئے اہلِ علم کے افکار و رشحاتِ قلم کی آماجگاہ بنائیے گا!

"حرمین" کے ٹائیٹل پر جامعہ علومِ اثریہ کی تصویری جھلک کامیاب مستقبل کی طرف اشارہ کرتی ہے، جسے دیکھ کر مجھ پر گلشنِ پُر بہار کا منظر کھل گیا۔ گو میری مادی آنکھیں اس عمارت کی دید سے ناآشنا ہیں، مگر میں اسے سلفیت کا دورِ جدید کہہ سکتا ہوں۔ مجھے وہ وقت بھی یاد ہے جب بستی اوڈانوالہ میں کچی مٹی اور گارے کے بنے ہوئے کمرے میرا مسکن تھے۔ برقی قمقموں کی روشنی کا تصور تک نہ تھا، مگر ہم تھے کہ اسلاف کے علوم کا درس لینے کے لیے وہاں ایسا چین اور سرور پاتے کہ شاید ایسا سکون سنگِ مرمر کے محلوں میں بھی میسر نہ آسکتا ـــــ وہ دیوانوں کا دَور تھا، اور یہ فرزانوں کا دَور ہے ـــــ کپڑے خود دھو کر پہن لیتے، استری نام کی کوئی چیز نہ تھی ـــــ بس ایک جنون سر پر سوار تھا کہ مجموعہ ھائے کتبِ احادیث اور ان کی شروح کا کتنی بار مطالعہ کیا ہے؟ دواوینِ اشعارِ عرب کتنے حفظ کیے ہیں؟ دیوانِ حماسہ، دیوان متنبی، کامل مبرد حافظہ میں اتار لیے ہیں یا نہیں؟ اور لطفی منفلوطی، طٰہٰ حسین مصری کی تحریروں کو کس حد تک روح کی غذا بنا لیا ہے؟ ـــــ بس اسی دھن میں شب و روز گزرتے تھے!

ہمارے بڑے بڑے اساطینِ علم و فن انھی حجروں کے فیض یافتہ تھے، جن کے اسمائے گرامی کی فہرست پیش کرنا ایک طویل عمل ہوگا۔

مگر اب تو کمپیوٹر کا دَور ہے۔ علوم کی تحصیل و تسہیل کی راہیں بڑی کشادہ ہو چکی ہیں اور انسان کی تلاش اور جستجو نے علوم پر اپنی کمندیں ڈال دی ہیں۔ دینی اداروں کے طالب علموں کو جدید سہولیات سے استفادہ کرنا چاہیے، لیکن ان کا بنیادی مقصد لگن اور محنت سے حصولِ تعلیم ہونا چاہیے۔ توقع ہے کہ جامعہ علوم اثریہ اس پہلو کو مدِنظر رکھتے ہوئے اپنی پیش قدمی کو جاری رکھے گا اور طلباء کو جدید سہولتیں فراہم کرنے کے ساتھ

ساتھ وہ ایسے مردانِ کار تیار کرے گا جو جدید دور کے تقاضوں کا بہتر اور مثبت جواب بن سکیں — کتاب و سنت تو قدیم ہیں، لیکن ان کی تدریس کو جدید بنایا جانا چاہیے — عربی ادب کے ہر فن میں، تخلیق میں، تحقیق میں اور تنقید میں ایسے رجال تیار ہونے چاہئیں کہ جن کے ذریعہ اسلامی ادب اہلِ علم اور عامۃ الناس کے ہاتھ لگے تاکہ وہ سلفی فکر اپنانے پر مجبور ہوں۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ طلباءِ جامعہ کے لیے عصری تعلیم اور جدید علوم و فنون کا بھی انتظام ہونا چاہیے۔ ورنہ ان کی روح کی غذا کا تو کسی حد تک سامان ہو جائے گا مگر مادی زندگی کے تقاضے تشنہ رہیں گے — جس کے لیے اگر انھیں عملی زندگی میں دوسروں کا دستِ نگر ہونا پڑا تو دینی تعلیم کے اعلیٰ مقاصد حاصل نہ ہو سکیں گے —

— والسلام !

پروفیسر غلام نبی عارف گورنمنٹ کالج باغبانپورہ

لاہور

شعر و ادب — جناب (پروفیسر) اسرار احمد سہاوری

حمدیہ تغزل

یاد نے جب تری سینے میں جگہ پائی ہے
کتنی خوشبو سی مرے دل میں اُتر آئی ہے

دل رُبا کتنی ترے در کی جبیں سائی ہے
قابلِ دید تری شانِ پذیرائی ہے

ہر بُنِ مو سے مرے تیری صدا آئی ہے
جب بھی پیغام ترا بادِ صبا لائی ہے

تابِ نظارہ کہاں دید کو میری تھی مگر
تیری ممنون کرم آنکھ کی بینائی ہے

ہم کو اغیار کے احسان کا اب ہوش کہاں؟
دل رہینِ کرمِ حُسن شناسائی ہے

جوئے خوں آنکھ سے باہر نہ نکلنے پائے
عشق کے ضبط کی اس میں بڑی رُسوائی ہے

اس کی یادوں کا بسیرا ہے یہاں پُر اسرار
اس لیے رشک کے قابل مری تنہائی ہے